جناب ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری صاحب (کراچی)

علم فتاویٰ اور کتب فتاویٰ

فقہ اسلامی میں افتاء، استفتاء، الفتاویٰ، الفتیا (بضم الفاء) اور ان کے مشتقات کا استعمال بہت قدیم ہے۔ عربی لغت میں اس کا مادۃ ف، ت، واو، یا آتا ہے اور اسی مادے سے فتویٰ وفتوۃ کے الفاظ بھی دیے جاتے ہیں جن کے معنیٰ نوجوان، جواں مرد اور جواں مردی کے بھی ہوتے ہیں " لویس معلوف (۱) نے اپنی لغت کی کتاب " المنجد " میں "فتویٰ" کے معنی کرم وسخا، زیرکی اور شباب کے بھی لکھا ہے۔ فتویٰ کا لفظ قرآن کریم میں بھی بہ کثرت معنوں میں آیا ہے، مثلاً

(۱) حکم دینا :- ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن (۲)
(اور وہ لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئیے اللہ ان کے بارے میں حکم دیتا ہے)۔

(۲) تحقیق چاہنا :- " یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ " (۳) " لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئیے کہ اللہ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے) نیز مایا: " قضی الامر الذی فیہ تستفتیان " (۴) (فیصل ہوا وہ کام کس کی تحقیق تم چاہتے تھے)

۳۔ خواب کی تعبیر بتانا :- " یا ایھا الملاء افتونی فی رویائی " (۵) (اے دربار والو میرے اس کو اب خواب کے بارے میں تعبیر بتاؤ)

۴۔ جواب دینا :- " یوسف ایھا الصدیق افتنا " (۶) (اے یوسف، اے صدق مجسم، آپ ہم لوگوں کو اس کا جواب دیجئے۔

۵۔ مشورہ دینا۔ چاہنا :- قالت یا ایھا الملاء افتونی فی امری " (۷) (کہنے لگی اے دربار والو مشورہ دو مجھ کو میرے کام میں)

لفظ فتویٰ تاریخی اعتبار سے :- تاریخی فتاویٰ کا اگر بنظر تعمق مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز عہد نبوی سے ہوگیا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کسی نے کسی امر کے متعلق سب سے پہلا فتویٰ پوچھا، اس کے متعلق تو کچھ کہنا مشکل ہے لیکن کتب سیرت میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ پوچھنے والوں میں مرد بھی رہے ہیں اور عورتیں بھی،

حضرت علی کرم اللہ وجہ جیسے فاضل لوگ بھی ان میں نظر آتے ہیں اور کبھی بے چاری ان پڑھ بوڑھی عورتیں بھی فتویٰ طلبی کے خطوط بھی آتے ہیں اور ان کے تحریری جوابات بھی دیے جاتے۔ اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک زمانے میں جب لوگ فتوے پوچھنے آتے اور آپ مصروف ہوتے تو فرماتے کہ جاؤ حضرت ابوبکرؓ سے پوچھو۔ (۸)

عورتوں کو بعض زنانہ مسائل کے متعلق مردوں سے کچھ پوچھتے شرم آتی ہے، عورتیں عورتوں ہی سے بے تکلف پوچھ سکتی ہیں۔ چنانچہ سورۃ " احزاب" میں ازواج مطہرات امہات المومنین کے فرائض میں اس کا اس طرح ذکر آتا ہے۔ " واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من آیت اللہ والحکمۃ " (احزاب: ۳۴) (تمھارے گھروں میں اللہ کی آیتوں اور حکم کا جو بیان ہوتا ہے اسے بیان کرو)۔ اس میں مذکورہ قسم کے زنانہ فتوے بھی شامل ہیں اور دیگر عام احکام کے متعلق بھی، امام ابن حزم نے اپنی سیرت نبویہ میں عورتوں کی جو فہرست دی ہے ان میں زیادہ تر امہات المومنین اور ان کی پروردہ عورتیں نظر آتی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق مشہور حدیث ہے کہ ان سے آدھا علم سیکھ سکتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے خلافت کے زمانے میں اہم اور پیچیدہ مسئلوں میں امہات المومنین سے اکثر مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ المختصر پہلا مجموعہ فتاویٰ تو قرآن کریم ہے جیسا کہ آیت کریمہ سے مترشح ہوتا ہے۔ " ولایاتونک بمثل الا جئنک بالحق واحسن تفسیراً " (فرقان: ۳۳) (اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں، مگر ہم ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا عنایت کردیتے ہیں)۔

قرآن کریم کے بعد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لیکن یہ امور چونکہ فقہیہ وغیر فقہیہ مسؤلہ وغیر مسؤلہ پر محتوی ہے اس لیے جزوی طور پر فتاویٰ کا ذکر ملتا ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ فتویٰ نویسی نے ایک فن کی حیثیت اختیار کرلی اور بکثرت کتب فتاویٰ منظرعام پر آئیں۔ چونکہ فتاوے کا تعلق براہ راست علم فقہ سے ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مختلف ادوار کا مختصراً ذکر کردیا جائے۔ علامہ محمد الخضری نے اپنی تالیف " تاریخ التشریع الاسلامی " میں فقہ اسلامی کے یہ چھ ادوار قائم کیے ہیں۔

(۱). فقہ بہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (۲). فقہ بہ عہد صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (۳). فقہ بہ عہد صغار صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنھم (یہ عہد پہلی صدی ہجری یا اس کے کچھ دنوں بعد ختم ہوجاتا ہے)۔ (۴). وہ عہد جب فقہ نے مستقل علم کی شکل اختیار کرلی۔

(یہ دور دوسری صدی کے اوائل سے شروع ہوکر تیسری صدی کے آخر میں ختم ہوجاتا ہے)
(۵). وہ عہد جس میں ائمہ فقہا کے مابین مسائل فقہیہ پر بحثیں ہوئیں اور نہایت کثرت سے فقہی مسائل پیدا ہوئے۔(یہ دور خلافت عباسیہ کے زوال اور تاتارگردی کے کچھ دنوں بعد ختم ہوجاتا ہے)
(۶). فقہ بزمانہ تقلید۔ (یہ دور پانچوں دور کے بعد شروع ہوا اور آج تک قائم ہے) متذکرہ بالا ادوار میں بکثرت مفتیوں کا پتہ چلتا ہے۔ تفصیلات کے لیے کتاب مذکور کا مطالعہ کیا جائے۔ یہاں ہم عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوراً ہی بعد کے بعض مفتیوں کا ذکر کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو تاریخ فتاوے کی اولیات کا علم ہوجائے۔

مفتیان مدینہ:- (۱). حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۵۷ھ) (۲). حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ۷۳ھ) (۳). حضرت ابوہریرہؓ (م ۵۷ھ) (۴). حضرت سعیدؒ بن المسیب المخزومی (م ۹۴ھ)(۵). حضرت عروہؒ بن زبیر بن العوام الاسدی (م ۹۴ھ) (۶)حضرت ابوبکرؒ بن عبدالرحمن (م ۹۴ھ) (۷). حضرت علیؒ بن الحسین (م ۹۴ھ) (۸). حضرت عبیدؒ اللہ بن عبداللہ (م ۹۸ھ)

مفتیان مکہ معظمہ:- (۱). حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) (۲). حضرت مجاہدؒ بن زبیر (م ۱۰۳ھ) (۳) حضرت عکرمہؒ ابن عباس (م ۱۰۸ھ) (۴). حضرت ابوالزؒبیر محمد بن مسلم (م ۱۳۸ھ)

مفتیان کوفہ:- حضرت علقمہ بن قیس (م ۲۲ھ)۔ حضرت مسروق الاجدع (م ۶۳ھ) حضرت شریح بن الحارث (م ۹۵ھ)۔ حضرت سعید بن جبیر (م ۹۵ھ)۔ حضرت عامر بن شرجیل (م ۱۰۴ھ)

مفتیان شام:- (۱). حضرت عبدالرحمن الغنم الاشعری (م ۷۸ھ)

مفتیان مصر:- حضرت عبداللہ بن عمرالعاص (م ۷۰ھ) حضرت رجاء بن حیوۃ الکندی (م ۱۱۲ھ)

مفتیان یمن:- حضرت طاؤس بن کیسان الجندی (م ۱۰۶ھ)۔ حضرت وہب بن الصنعانی (م ۱۱۴ھ)

پہلی صدی ہجری کے بعد فقہاء کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ ان علماء وفقہاء نے کتب فقہ مدون کیں اور بعض نے کتب فتاویٰ مرتب کیں۔ خالص فتاوے کے تحریری مواد کی تاریخ بھی عہد صحابہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ تاریخوں میں اکثر اس کا ذکر آتا ہے کہ ایک شخص ایک مرتبہ حضرت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتووں کا مجموعہ لایا۔ انہوں نے پڑھ کر اس کی چند چیزوں کو تو برقرار رکھا اور باقی کو میٹ دیا اور فرمایا کہ یہ علیؓ کی طرف غلط منسوب ہے، وہ ہرگز ایسا فتویٰ نہیں دے سکتے۔ یہ واقعہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ہی کا ہوسکتا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس بھی ایک صحابی ہیں۔ اس لیے اولین کتاب فتاویٰ گویا عہد صحابہؓ کی یادگار ہے۔

ابو الحسین البصری (م ۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب " المعتمد فی اصول الفقہ " (ج ۲، ص ۲۹ - ۳۰) میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی نہیں حضرت زید بن ثابت کے فتووں کا بھی ذکر کیا ہے جو ظاہر کتابی صورت میں پانچویں صدی ہجری تک پائے جاتے تھے۔ یقیناً دیگر فقیہ صحابہ حضرت ابن مسعود وغیرہ نے بھی بہت سے فتوے دیے ہوں گے جو ممکن ہے کہ جمع بھی ہوئے ہوں۔ تابعین کے زمانہ میں سب سے زیادہ خدمت اس علم کی قاضی کرتے تھے، ان کے پاس ہر روز مقدمے پیش ہوتے اور وہ اپنے فیصلوں کا بحذف مکررات انتخاب کرتے تھے۔ ایسا ایک مجموعہ امام ابو یوسف کی طرف منسوب بھی ہے۔ ان کے شریک درس امام محمد شیبانی کی کتاب " الرقیات " کو جواب نہیں ملتی، ان کے شہر " رقہ " کے " قضاۃ " کے زمانے کے فیصلوں کا مجموعہ بتائی جاتی ہے۔

اسلام کے جلیل القدر فقیہ حضرت ابو حنیفہؒ نے بھی بعض معاصرین صحابہ کرامؓ سے فتوے پوچھے ہیں، چنانچہ تاریخوں میں ان صحابہؓ کے نام آتے ہیں۔

(۱). حضرت انس (م ۹۱ھ) (۲). حضرت عبداللہ بن ابی اوفی (۸۷ھ) (۳). حضرت واثلۃ بن الاسقع (م ۸۳ھ) (۴). حضرت سہل بن ساعد (م ۸۸ھ) (۵). حضرت عامر بن واثلہ (م ۱۰۲ھ) وغیرہم۔ الغرض کتب فتاویٰ کی تاریخ عہد صحابہ وتابعین سے شروع ہوتی ہے۔ حاجی خلیفہ نے اپنی تالیف " کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون " میں اسمعیل پاشا البغدادی نے اپنی تالیف " ہدیۃ العارفین فی آثار المولفین والمصنفین " میں اور بروکلمان نے تاریخ ادبیات عربی میں کتب فتاویٰ کا مفصل ذکر کیا ہے۔ موخر الذکر نے فتاوے نام کی ۱۰۲ کتابوں کا ذکر کیا ہے، یہاں ہم کشف الظنون وغیرہ سے بعض کتب فتاویٰ کا ذکر کریں گے، جن کا تعلق تیسری صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک ہے۔

تیسری صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابی بکر (۲). فتاویٰ ابی القاسم

چوتھی صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابن قطان (۲). فتاویٰ ابی اللیث (۳). فتاویٰ ابن الحراد۔

پانچویں صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابن الصباغ (۲). فتاویٰ الاسبیجابی (۳). فتاویٰ خواہرزادہ (۴). فتاویٰ شمس الائمہ (۵). فتاویٰ الفضلی (۶). فتاویٰ الجندی۔

چھٹی صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابن ابی عصرون (۲). فتاویٰ ابی الفضل (۳). فتاویٰ الارغیانی (۴). فتاویٰ الترتاشی (۵). فتاویٰ حسام الدین (۶). فتاویٰ الدنیازی (۷). فتاویٰ الرشید (۸). فتاویٰ سراجیہ (۹). فتاویٰ ظہیریہ (۱۰). فتاویٰ قاضی خاں (۱۱). فتاویٰ الکبریٰ (۱۲). فتاویٰ نصفیہ (۱۳). فتاویٰ

واسطیہ (۱۴). فتاویٰ شہاب الدین (۱۵). فتاویٰ الصغریٰ۔

ساتویں صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابن ابی الارم (۲). فتاویٰ ابن رزین (۳). فتاویٰ بالصلاح (۴). فتاویٰ ابن عبدالسلام (۵) فتاویٰ ابن مالک (۶). فتاویٰ صوفیہ (۷). فتاویٰ العربیہ (۸). فتاویٰ موہوب (۹). فتاویٰ الوالجی۔

آٹھویں صدی ھجری:۔ (۱). فتاویٰ ابن عقیل (۲). فتاویٰ ابن فرکاح (۳). فتاویٰ جلال الدین (۴). فتاویٰ حنیفہ (۵) فتاویٰ الزرکشی (۶). فتاویٰ السبکلی (۷). فتاویٰ نووی (۸). فتاویٰ طرطوسیہ۔

نویں صدی ھجری:۔ (۱) فتاویٰ ابن ابی شریف (۲) فتاویٰ اخبلی زادہ (۳) فتاویٰ قاسمیہ۔

دسویں صدی ھجری:۔ (۱) فتاویٰ ابن الشبلی (۲). فتاویٰ ابی سعود (۳) فتاویٰ زینتیہ ج (۴) فتاویٰ الشبلی (۵) فتاویٰ عدلیہ۔

گیارہویں صدی ہجری:۔ (۱). فتاویٰ رضائی (۹)۔ (۲). فتاویٰ شیخ الاسلام (۱۰)۔ (۳). مجمع الانھر (۱۱)۔ وغیرہ اور بعض دیگر کتب فتاویٰ کا بھی پتہ چلتا ہے مثلاً:

(۱) جواہر الفتاویٰ (۲) فتاویٰ عبداللہ بن عباس (۳) فتویٰ مہدیہ (۴) فتاویٰ خیریہ لنفع البریہ (۵) مغنی المستفتی عن سوال المفتی (۶) عقود الدریۃ فی تنقیح فتاویٰ الحامدیۃ (تالیف ۱۲۳۸ھ) (۷) فتاویٰ ابن تیمیہ (۸) فتاویٰ برہنہ۔

پاک وہند میں کتب فتاویٰ کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ اس براعظم پر مسلمان حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں پہنچ چکے تھے۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف کے زمانے میں کچھ خاندان ہندوستان کے جنوبی سواحل پر آباد ہوگئے، بعد میں تجارت کے فروغ سے یہاں عرب تاجروں کی مستقل آبادیاں قائم ہوگئیں۔ ادھر سندھ میں عربوں کی فاتحانہ پیش قدمی نے یہاں انقلاب پیدا کردیا۔ اس علاقے میں عربوں کا اثرورسوخ بھاولپور وملتان تک چوتھی صدی ہجری تک رہا۔ بہرکیف جب اس براعظم میں آزاد سلطنتیں قائم ہوئیں تو فتوؤں کا سلسلہ بھی شروع ہوا، جگہ جگہ مدارس ومساجد میں علماء کرام موجود تھے جو فتوے دیا کرتے تھے۔ مسلمانوں سے غیر مسلموں نے بھی شریعت اسلامیہ کے بارے میں استفسارات کیے ہیں۔ چنانچہ اسی قسم کے استفسارت کا حال بزرگ بن شہریار کی کتاب "عجائب الھند" سے معلوم ہوتا ہے۔ بزرگ بن شہریار ایک عرب جہاز راں محمد حسن نامی کی زبانی تیسری صدی ہجری کا یہ واقعہ نقل کرتا ہے: "میں ۲۸۸ھ میں منصورہ میں تھا۔ وہاں مجھ سے مستند بزرگوں نے بیان کیا کہ "اتواء" کے راجہ نے جو ہندوستان کا بڑا راجہ تھا اور جس کی حکومت

کشمیرزیریں میں تھی اور جس کا نام " مہروک بن رائق" تھا ۔ ۲۷۰ھ میں منصورہ کے بادشاہ عبداللہ کو لکھا کہ وہ اسلام کی شریعت کا کچھ حال زبان ہندیہ میں اس کو بتائے ۔ (۱۲) چنانچہ ایک عراقی الاصل سندھی عالم نے اس استفتاء کا جواب لکھا جو ایک منظوم نظم کی صورت میں تھا ۔

پاک وہند کے مسلمان بادشاہوں اور امیروں کو نہ صرف فقہ اسلامی سے دلچسپی تھی بلکہ انہوں نے اس فن میں تصانیف بھی چھوڑی ہیں، چنانچہ سلطان محمود غزنوی فقہ اسلامی کا زبردست عالم تھا۔ اس نے ایک کتاب " التفرید فی الفروع " لکھی تھی جو بلا دغزنہ میں بہت مقبول ہوئی، اس میں شافعی مذہب کے مطابق بکثرت مسائل بیان کیے گئے ہیں ۔ امام مسعود بن شیبہ جو اعیان فقہاء میں سے تھے ۔ انہوں نے سلطانی نسخہ سے اس کو نقل فرمایا تھا ۔ (۱۳) اسی طرح ظہیرالدین بابر " بادشاہ " نے بھی اصول مذاہب پر ایک کتاب لکھی تھی ۔ (۱۴) خوندمیر نے بادشاہ ہمایون کے ایما پر قانون ہمایوں کے نام سے فقہ میں ایک کتاب لکھی ۔ (۱۵)

پاک وہند میں جو ممتاز کتب فتاویٰ نظر آتی ہیں وہ بھی مسلمان بادشاہوں اور امیروں کی مرہون منت ہیں ۔ تاریخ کے مطالعہ سے ان کتب فتاویٰ کا پتہ چلتا ہے ۔

(1) فتاویٰ فیروز شاہی (2) فتاویٰ ابراہیم شاہی (3) فتاویٰ اکبرشاہی (4) فتاویٰ عادل شاہی (5) فتاویٰ تاتارخانی (6) فتاویٰ عالم گیری وغیرہ ۔ موخرالذکر کی نگرانی شیخ نظام برہانپوری فرمارہے تھے ۔ دہلی کے نام گرمی علماء فقہاء کے علاوہ اطراف واکناف کے بکثرت علماء کو بلایا گیا تھا ۔ ایک اندازے کے مطابق پچاس سے زائد علماء اس کام کے لیے مختص تھے ۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب بھی اس کی تدوین میں " ملاحامد " کے معاون تھے، لیکن بعد میں عزلت پسندی کی وجہ سے علیحدہ ہوگئے ۔ (۱۶) فتاویٰ عالمگیری اصلاً عربی میں لکھی گئی تھی ۔ اس کے بعد خود عالمگیر نے مولانا عبداللہ رومی سے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کرایا ۔ مولانا موصوف روم سے ہندوستان وارد ہوئے تھے ۔ (۱۷) بختاورخاں نے " مراۃ العالم " میں ان کی بڑی تعریف لکھی ہے ۔ فتاویٰ عالمگیری عرب وعجم میں مقبول ہے ۔ مصر سے بھی اس کے اڈیشن شائع ہوئے ہیں ۔ ہندوستان میں مولانا امیرعلی لکھنوی نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے جو فتاویٰ ہندیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ یہ تو شاہی سرپرستی کی کتابیں ہیں، خانہ نشین اہل علم کے نجی فتووں کے مجموعے بھی ہرشہر میں ملیں گے کیونکہ فتویٰ طلبی کی ضرورت ہراس مقام پر ہوتی ہے جہاں دیندار مسلمان رہتا ہو ۔ پارلس کی مسجد میں استفتاء آتے ہیں تو فتوے فرانسیسی میں دیے جاتے ہیں ۔ انگلستان میں آج کل اماسی (۷۰) مسجدیں

ہیں اور اس تعداد میں الحمدللہ اضافہ ہورہا ہے۔ وہاں کے اسلامی رسالوں میں باب الاستفتاء بھی اب نظر آنے لگا ہے۔ پاک وہند کے اسلامی دور حکومت میں چونکہ ایسی عدالتیں قائم تھیں جو قانون وقت اور قانون شریعت کے مطابق مقدمات فیصل کرتی ہیں۔ اس لیے نجی فتووں کے زیادہ تر مجموعے اس وقت نظر آتے ہیں جب مسلمان دور غلامی میں داخل ہوئے، چنانچہ ۱۸۵۷ء سے کچھ قبل اور بعد میں مختلف زبانوں میں عموماً اردو زبان میں خصوصاً اس قسم کے مجموعوں کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ قاموس الکتب اردو مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء میں اردو کتب فتاویٰ کی ایک ناقص فہرست دی گئی ہے ہم وہاں سے اور دیگر ماخذ سے بعض اردو کتب فتاویٰ کا ذکر کرتے ہیں جس سے قارئین کرام کو اندازہ ہوگا کہ زبان اردو میں اس فن میں کس قدر سرمایہ موجود ہے۔

کتاب فتاویٰ (اردو) :- احمد حسین خاں: فتاوی محبوبیہ، مطبوعہ دہلی ۱۳۱۶ء، احمد رضا خاں (۱۸) الطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (۱۲ جلدیں) مطبوعہ بریلی، ۱۳۱۰ھ (۳) ایضاً: احکام شریعت (۴) ایضاً: عرفان شریعت (۵) احمد یار خاں: فتاویٰ نعیمیہ (۶) ارشاد حسین رامپوری: فتاویٰ ارشادیہ، مطبوعہ ۱۹۵۵ء (۷) اشرف علی تھانوی امدادالفتاویٰ، مطبوعہ کراچی (۱۹) (۸) اصغر حسین: فتاویٰ محمودیہ (۹) اعزاز علی، اعزاز الفتاویٰ (قلمی) (۱۰) امجد علی: فتاویٰ امجدیہ (۱۱) امداد علی: امداد الفتاویٰ، مطبوعہ آگرہ، ۱۸۷۰ء (۱۲) امیرالدین گوپاموی، مفتی: فتاویٰ امریہ، قلمی (۱۳) امیر علی لکھنوی، فتاویٰ ہندیہ (ترجمہ فتاویٰ عالم گیری) مطبوعہ لکھنو (۱۴) برکت علی فرنگی محلی: ترجمہ اردو فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی (قلمی) ۱۳۴۵ھ (۱۵) رحیم الدین: فتاویٰ صدارت العالیہ حیدرآباد دکن، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۴ھ (۱۶) رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ ۱۳۴۲ھ (۱۷) رکن الدین مفتی، فتاویٰ نظامیہ، مطبوعہ حیدرآباد دکن، (۱۸) زاہد القادری، فتاویٰ آستانہ، مطبوعہ دہلی، ۱۹۵۴ء (۱۹) صدیق حسن خاں: مجموعہ آگرہ، ۱۳۰۷ء (۲۰) ظفر احمد: امداد الاحکام (قلمی) (۲۱) عابد علی کشمیری: مجموعہ الفتاویٰ، مولانا عبدالحیٔ، مطبوعہ آگرہ ۱۳۰۷ھ (۲۲) عبدالباری فرنگی محلی: فتاویٰ قیام الملتہ والدین، مطبوعہ لکھنو (۲۳) عبدالحفیظ، مجموعہ فتاویٰ (قلمی) (۲۴) عبدالرحمن میر فتاویٰ: اہل السنت والجماعت، مطبوعہ دت پرشاد پریس (۲۵) عبدالرزاق مکی حیدرآبادی (۲۶) عبدالعزیز: فتاویٰ عزیزالمکرم (قلمی)

(۲۷) عبدالغفار لکھنوی: فتاویٰ بے نظیر، ۱۲۹۰ھ (۲۸) عبدالفتاح، مفتی: جامع الفتاویٰ، مطبوعہ ۱۳۰۳ھ (۲۹) عبدالقدوس شاہ: شرح الفتویٰ، مطبوعہ ۱۲۹۰ھ (۳۰) عبدالکریم: امداد المسائل (قلمی) (۳۱) عبدالواحد سیوستانی، علامہ: فتاویٰ قاسمیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۶ھ (۳۲) محمد شفیع مفتی: امداد

المفتین، مطبوعہ کراچی سنہ (۳۳) محمد قسم: فتاویٰ قاسمیہ، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۳ھ (۳۴) محمد مسعود شاہ: فتاویٰ مسعودی (قلمی) ۱۲۹۵ھ تا ۱۳۰۴ھ (۳۵) مراد خاں: ترجمہ فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ ۱۳۱۲ھ (۳۶) مہر علی شاہ گولڑوی: مجموعہ فتاویٰ (مہریہ) (۳۷) نزیر حسین دہلوی: فتاویٰ نزیریہ، مطبوعہ دہلی (۳۸) نظام الدین حنفی: فتاویٰ نظامیہ، مطبوعہ لاہور، ۱۹۲۰ء (۳۹) نواب علی و عبدالجلیل: ترجمہ فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۱۳ھ۔

متذکرہ بالافتاویٰ کے علاوہ بعض فتاوے وہ ہیں جن کے صرف نام معلوم ہوسکے، مثلاً فتاویٰ غوثیہ، فتاویٰ سعدیہ، فتاویٰ عثمانیہ، فتاویٰ مفتی محمد رمضان، فتاویٰ مفتی نثار احمد کانپوری وغیرہ، پاک وہند کے بکثرت علماء ایسے بھی ہیں جنھوں نے بے شمار فتاوے دیے مگر یا تو وہ جمع نہ ہوسکے یا وہ ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ ان علماء کرام کی فہرست بھی بڑی طویل ہے۔

حواشی

(۱) المنجد، مطبوعہ بیروت، ۱۹۵۱ء ص ۹۸ (۲) نساء: ۲۷ (۳) ایضاً (۴) یوف: ۴۱ (۵) ایضاً ۴۳ (۶) یوسف: ۴۶ (۷) نمل: ۳۲ (۸) تاریخ الخلفاء (ترجمہ اردو) شمس بریلوی ۴۰، مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ کراچی ۱۹۸۰ء (۹) حاجی خلیفہ: کشف الظنون، جلد دوم، ص ۲۱۸ تا / ۲۳۰ (۱۰) مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر عبدالرحمن بن شیخ محمد بن سلیمان المدعو بہ شیخ زادہ کی تالیف ہے۔ بلدہ اورنہ (روم) میں ۱۹ جمادی الآخر ۱۰۷۷ھ میں مکمل ہوئی اور ۱۲۶۳ھ میں ترکی میں شائع ہوئی۔ پاک وہند میں کتب فتاویٰ کی مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ (۱۱) شیخ نصیرالدین مینائی کی تالیف ہے، اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ھ میں نول کشور پریس لکھنو میں چھپا تھا۔ یہ کتاب بھی کتب فتاویٰ کی مستند کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ (۱۲) بزرگ بن شہریار: عجائب الہند، مطبوعہ لیڈن ۱۸۸۶ء بحوالہ "ہندوستان عربوں کی نظر میں"، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء ص ۳-۱۹۳ (۱۳) الجواہر المضئیہ، جلد دوم، ص ۱۵۷ ( ) نزہۃ الخواطر، جلد اول ص ۹۵ (۱۴) سید نوشہ علی: مسلمانان ہندوپاکستان کی تاریخ تعلیم، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۳ء ع ص ۱۷۴ (۱۵) ابوالفضل: اکبر نامہ، ص ۱۷۶، (۱۶) محمد کاظم: عالم نامہ، ص ۱۸۷، صباح الدین: بزم تیموریہ، ص ۲۳۸، شاہ ولی اللہ: انفاس العارفین، ص ۴۹ (۱۷) معین الحق: معاشرتی و علمی تاریخ، ص ۳۰ (۱۸) مولانا احمد رضاخاں صاحب جو "اعلیٰ حضرت" کے لقب سے مشہور ہیں، بڑے متجر عالم اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ کے بے شمار فتوے کتابچوں کی صورت میں شائع ہوئے ہیں جو ضخیم کتب فتاویٰ کے علاوہ ہیں، آپ کے تفصیلی حالات کے لیے مولانا رحمان علی کا تذکرہ علمائے ہند کا مطالعہ کیا جائے۔ (۱۹) ۱۲۹۶ھ میں جب مولانا

* بقیہ صـ 52 پر